

لانی بعدی (فرمان نبی اکرم ﷺ)

نبی اور غیر نبی میں فرق

از افادات

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ

ترتیب و پیشکش

ڈاکٹر خورشید عالم ترین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نبی اور غیر نبی میں فرق

فناء فی اللہ کے مقام پر اولیاء اللہ کا انا الحق (میں خدا ہوں) اور فناء فی الرسول کے مقام پر انا النبی (میں نبی ہوں) کا نعرہ بلند کرنا صوفی بزرگوں کے یہاں ایک عام سی بات ہے۔ صوفیاء کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ جب تک ولی فناء کا مقام حاصل نہ کر لے سلوک کی منازل ختم نہیں ہوتیں۔ حدیث میں بھی علماء اُمّیّیّہ کا نبیاء بنی اسرائیل آیا ہے۔ یعنی میری امت کے علمائے ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہونگے۔ ایک اور حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: **الشیخ فی قومہ كالنبي في أمته**، یعنی شیخ (مرد) اپنی قوم میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ نبوت کی بنیادی اساس ”وحی“ یعنی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے۔ قرآن کریم نے ایک رنگ میں وحی الہی کا نزول غیر نبیوں کے لئے بھی مباح رکھا ہے۔ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ اللہ نے ام موسیٰ اور عیسیٰ کے غیر نبی حواریوں پر اپنی وحی اتاری۔ حضرت مریم پر ملائکہ کا نزول ہوا۔ اور تو اسورہ یاسین میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے غیر نبی حواریوں کو **المرسلون** تک کہا۔ اندریں صورت سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت، جس کو امتوں کا سردار کہا گیا ہے، روحانیت کے معاملے میں بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی پیچھے کیسے رہ سکتی تھی۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات پہلے کے مقابلے اور بڑھ چڑھ ظاہر ہوئے۔ اس ضمن میں علامہ مولانا محمد علی لاہوریؒ کا یہ نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ موصوف اپنی معرکتہ الآراء تفسیر بیان القرآن میں ختم نبوت کے پس منظر میں امت محمدیہ کو ملنے والے انعامات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں مومنوں کے لئے یہ خوشخبری رکھ دی گئی ہے:

”لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا [يونس: ۱۰: ۶۴] مومنوں کو اس دنیا کی زندگی میں بشارتیں دی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا تَنْزِيلٌ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ [الحم السجدة: ۳۱: ۳۰] کہ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے [لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ] (صحیح البخاری، کتاب التعبیر،

باب المبشرات (۶۹۹۰)۔ ”نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔“ اور دوسری حدیث صحیح میں ہے الْقَدْ كَانَ فِي يَمِينِ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجَالٌ يُكَلِّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي أَحَدٌ فَعَمْرُ [صحيح البخاري، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عمر بن الخطاب: ۳۶۸۹]۔ ”تم سے پہلے لوگوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے کہ جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا تھا گو وہ نبی نہ ہوتے۔ میری امت میں اگر کوئی شخص ایسا ہے تو عمر ہے۔“ پس معلوم ہوا کہ نبوت کا ایک جزو، نبوت کا ایک رنگ یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے ہم کلام ہونا اس کا وجود اس امت میں قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر قریباً قریباً امت کا اتفاق ہے کہ نبوت اپنے لغوی معنی کی رو سے یعنی محض خدا سے ہمکلام ہونے کے معنی میں تو اس امت میں جاری ہے، مگر نبوت اپنے خاص یا اصطلاحی مفہوم میں مسدود ہے۔ چنانچہ روح المعانی میں ہے: [ان النبوة العامة وخاصة والتي لا ذوق لهم فيها هي الخاصة اعني نبوت التشريع وهي مقام خاص في الولاية واما النبوة العامة فهي مستمرة سارية في الكبار الرجال غير منقطعة دُنْيَا وَاخْرَى] (روح المعانی۔ جلد ۵، صفحہ ۷۶) یعنی ”نبوت عام ہے اور خاص۔ اور وہ جس میں اس امت کے لئے ذوق نہیں وہ نبوت خاصہ ہے یعنی تشریحی نبوت اور وہ ولایت میں مقام خاص ہے رہی نبوت عامہ سو وہ اکابر امت میں جاری و ساری ہے اور دُنْيَا وَاخْرَى میں غیر منقطع ہے۔“ (فٹ نوٹ ۶۸۶)۔

تاریخ شاہد ہے کہ امت محمدیہ کا کوئی دور ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی ولی کامل کو حضرت نبی کریم ﷺ کا نائب مقرر کر کے اس پر اپنے فیوض اور برکات کی بارش نہ کی ہو۔ اندریں صورت امت محمدیہ کے کسی مرد حق کا اپنے الہام کو وحی (یعنی وحی ولایت) کہنا یا فنا کے مقام پر خود کو ”ظل النبی“ (نبی کا سایہ، یا عکس) کہنا ناجائز کیسے ہو سکتا تھا؟ جبکہ عادل بادشاہ کے لئے خود نبی کریم ﷺ نے ”ظل اللہ“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ”وحی“، ”ظلی نبی“، ”بروزی نبی“، ”مجازی نبی“ جیسی صوفیانہ اصطلاحات، جو اسلامی لٹریچر میں صدیوں سے مستعمل چلی آرہی ہیں، آج کے دور میں غلط یا غیر اسلامی کیسے

قراردی جاسکتی ہیں؟ یاد رہے کہ یہ تمام صوفیانہ اصطلاحات ”حقیقی نبوت“ کے لئے نہیں بلکہ ”ولایتِ عظمیٰ“ کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ان الفاظ سے حقیقی نبوت کا دعویٰ ثابت کر نیکی کوشش سراسر غیر منصفانہ اور غیر مومنانہ حرکت ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنی مشہور و معروف کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں:

”اصل یہ ہے کہ اصحابِ احوال و طریق (مراد اولیائے کاملین اور مقربان الہی ہیں۔ ناقل) کے معاملات کچھ عجیب و غریب واقع ہوئے ہیں۔ اور یہ قوم اپنے کلمات و اقوال غریبہ (یعنی وہ الفاظ و اصطلاحات جو عوام کو معلوم نہیں۔ ناقل) کے لئے بہت سے عذرات پیش کرتی ہے۔ اہل حق و انصاف نے ان عذرات کو قبول کیا ہے (حضرت مرزا صاحب کے بے شمار ہم عصر علماء اور اہل حق بزرگوں نے حضرت مرزا صاحب کو مسلمان ہی سمجھا، تکفیر سے باز رہے۔ ناقل)۔ مگر جو لوگ ذوق حقیقت سے محروم اور سجنِ الفاظ و صورت میں محبوس ہیں۔ ان کا فہم نارسا وہاں تک نہیں پہنچتا۔ اور رائت اسداً یرھی سُن کر شیر کے پیچے اور ناخن ڈھونڈنے لگتے ہیں۔۔۔ نا فہموں کے لئے وہ الفاظ فتنہ بن جاتے ہیں۔ معتقدین مقلدیں اُن کو حجت گردانتے ہیں۔ اور منکرین متعصبین آلہ انکار و تکفیر۔ لیکن ارباب حق و اعتقاد یا تو اُن کی تاویل کرتے ہیں۔ یا اُن کے معاملے کو عالم السرائر کے حوالے کر دیتے ہیں۔“

(تذکرہ۔ ص ۵۳ تا ۵۴۔ ناشر سہتیہ اکادمی)

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مشاہدات روحانی اور واردات باطنی سے تہی دست علمائے سوء کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہی صاف لکھ دیا تھا:

الولاية ظل النبوة والنبوة ظل الالهية

یعنی ولایتِ ظلِ نبوت ہے اور نبوتِ ظلِ الوہیت ہے۔ (بجۃ الاسرار۔ ص ۸۳)

گیارہویں صدی کے مجدد حضرت مجدد الف ثانی اپنی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

”مقامِ ولایتِ مقامِ نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات کمالاتِ نبوت کے ظلال

ہیں۔“ (مکتوبات مجدد الف ثانی۔ دفتر دوم۔ مکتوب ۷۰۔ ص ۲۳۶)

کشمیر کے نامور صوفی بزرگ حضرت بابا داؤد خاکی مرحوم، جن کو اپنے دور کا بوحنیفہ ثانی کیا جاتا ہے، اپنے مرشدِ کامل حضرت مخدوم کشمیری علیہ الرحمۃ کے روحانی مرتبہ اور شان کے

بارے میں فرماتے ہیں : ع

چوں رسول اللہ گفتا پیر مانند نبی است کی بود مومن کسے کزوی نبی منکر شد است

(ورد المریدین۔ از بآباد اود خاکی۔ اسکا اردو منظوم ترجمہ غلام محمد نور محمد پبلشر

نے سرینگر سے شائع کیا ہے۔ انگریزی ترجمہ نیٹ پر دستیاب ہے)

ترجمہ۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مرشد نبی کی مانند ہوتا ہے۔ اس لئے وہ شخص کیسے مومن ہو سکتا ہے جو (مثیل) نبی کا منکر ہو۔

ہمارے دور کے نامور سیرت نگار مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم اپنے دیوبندی مرشد جناب مولانا شرف علی صاحب تھانویؒ کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

”حضرت تھانویؒ میرے ہر معاملہ حتیٰ کہ ذاتی معاملہ سے بھی باخبر ہیں۔ یہ میرا جوش محبت ہے کہ اپنے والد شفیق کی طرح ان کو ہر معاملہ لکھے بغیر چین ہی نہیں ملتا۔۔۔ میرا مذاق تو یہ ہے کہ شیخ وقت قائم مقام نبی ہے۔ ان امور میں جو مختص بالنبیہ نہیں۔ غرض یہ کہ جس طرح نبی کہ یہ شان ہے کہ لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ وفسہ (او کما قال) اس کا عکس شیخ کے ساتھ تعلق میں بھی ہونا چاہئے۔“

(مکاتبت سلیمان۔ از محمد زید مظاہری ندوی۔ ص ۱۳۹)

اسی نازک روحانی مسئلہ کو قرآن پاک کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے۔ چودھویں صدی ہجری کے واحد مامور مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں :

”اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَبْهِكُهُمْ فِي الْأَرْضِ (۱۳:۱۷) یعنی جو چیز انسانوں کو نفع پہنچاتی ہے، وہ زمین پر باقی رہتی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر انسانوں کو نفع پہنچانے والے گروہ انبیاء ہیں۔ کہ جو خوارق سے معجزات سے، پیٹنگولیوں سے، حقائق سے، معارف سے، اپنی راستبازی کے نمونہ سے انسانوں کے ایمان کو قوی کرتے ہیں۔ اور حق کے طالبوں کو دینی نفع پہنچاتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دنیا میں کچھ بہت مدت تک نہیں رہتے۔ بلکہ تھوڑی سی زندگی بسر کر کے اس عالم سے اٹھائے جاتے ہیں۔ لیکن آیت کے مضمون میں خلاف نہیں اور ممکن نہیں کہ خدا کا کلام خلاف واقع ہو۔ پس انبیاء کی طرف نسبت دے کر معنی آیت کے یوں ہونگے کہ انبیاء من حیث الظل باقی رکھے جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ظلی طور پر ہر ایک ضرورت کے وقت کسی اپنے بندہ کو ان کی

نظیر اور مثیل پیدا کر دیتا ہے، جو انہیں کے رنگ میں ہو کر ان کی دائمی زندگی کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دُعا سکھلائی ہے: **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** یعنی اے خدا! ہمیں وہ سیدھی راہ دکھا جو تیرے اُن بندوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا انعام جو انبیاء پر ہوا تھا، جس کے مانگنے کے لئے اس دُعا میں حکم ہے۔ وہ درم اور دینار کی قسم میں سے نہیں بلکہ وہ انور اور برکات اور محبت اور یقین اور خوارق اور تائید سماوی اور قبولیت اور معرفت تامہ کاملہ اور وحی اور کشف کا انعام ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس امت کو اس انعام کے مانگنے کے لئے تبھی حکم فرمایا۔ کہ اول اس انعام کے عطا کرنے کا ارادہ بھی کر لیا۔ پس اس آیت سے بھی کھلے کھلے طور پر یہی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ اس امت کو ظلی طور پر تمام انبیاء کا وارث ٹھہراتا ہے۔ تا انبیاء کا وجود ظلی طور پر ہمیشہ باقی رہے۔ اور دُنیا ان کے وجود سے کبھی خالی نہ ہو۔“

(شہادت القرآن۔ ص ۵۴)

حضرت مرزا صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

”النبی كالاصل والولى كالظل“

یعنی۔ ”نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے۔“

(کرامات الصادقین۔ ص ۸۹)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ وہ اکیلے بزرگ ہیں جنہوں نے ”نبی اور غیر نبی“ کے مابین پائے جانے والے فرق کو پوری وضاحت کے ساتھ کماحقہ اجاگر کیا۔ وفات مسیح کی طرح اس موضوع پر بھی آپ نے قرآن و حدیث سے اتنے قاطع اور ساطع دلائل و براہین پیش کئے گویا معاملہ اظہر من الشمس ہو گیا۔ افسوس! کہ دُنیا پرست علماء نے اپنی خفت مٹانے کے لئے نیز اپنی سیادت برقرار رکھنے کے لئے ان تمام دلائل اور براہین کو یکسر نظر انداز کر کے مخالفت و مخالفت کا سلسلہ جاری رکھا۔

حقیقی نبوت اور ظلی نبوت (ولایت عظمیٰ) کے موضوع پر جو نکات اور دلائل حضرت مرزا صاحب نے قرآن و حدیث سے پیش کئے ہیں ان کا ایک اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ امید ہے اس سے عوام الناس کی ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ اور وہ متعصب علماء اور نام نہاد مولویوں کے پھیلے ہوئے بے بنیاد پراپیگنڈا سے باہر آجائیں گے۔ انشاء اللہ!

(خاکسار مرتب)

(۱) نبوت موہبت ہے کسب نہیں

”نبوت کیا ہے؟ یہ ایک جوہر خدا داد ہے اگر کسب سے ہوتا تو سب لوگ نبی ہو جاتے۔“
(ملفوظات احمدیہ - جلد اول - ص ۲۵۹)

”نبوت۔۔۔ یہ صرف موہبت ہے۔“

(اشتہار ’ایک غلطی کا ازالہ‘)

”بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے، مگر ان کی نبوت موسیٰؑ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰؑ کی پیروی کا اس میں ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔“
(حقیقۃ الوحی - ص ۹۷)

”سوال : حضرت موسیٰؑ کی امت میں بہت نبی گزرے ہیں، پس اس حالت میں موسیٰؑ کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چُن لیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا۔“

(حقیقۃ الوحی - ص ۲۸ تا ۲۷ حاشیہ)

”حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیحؑ اور دوسرے گذشتہ نبی فی الحقیقت اسی پاک اور مقدس جماعت میں سے ہیں جن کو خدا نے اپنے لطف خاص سے اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے۔“
(براہین احمدیہ - حصہ سوم - ص ۲۶۱ حاشیہ در حاشیہ)

”انتہائی کوشش انسان کی تزکیہ نفس ہے۔ اور اسی پر تمام سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ ایک موت ہے جو تمام اندرونی آلائشوں کو جلا دیتی ہے۔“
(حقیقۃ الوحی - تمہ - ص ۹۹)

”مگر یہ حالت بجز خدا تعالیٰ کی خاص مدد کے کیونکر پیدا ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ دعا سکھلائی اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ یعنی ہم تیری پرستش تو کرتے ہیں مگر کہاں حق پرستش ادا کر سکتے ہیں جب تک تیری طرف سے خاص مدد نہ ہو۔ خدا کو اپنا حقیقی محبوب قرار دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے۔ جس سے آگے کوئی درجہ

نہیں۔ مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔“ (حقیقۃ الوحی - ص ۵۲)

[کتنے افسوس کی بات ہے کہ قادیانی حضرات اپنے ہی مرشد کے مسلمہ عقیدہ کے برخلاف یہ

غیر اسلامی عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبوت موہبت نہیں بلکہ ایک اکتسابی شے ہے۔]

(۲) اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنی

”اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ

(۱) وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا

(۲) بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا

(۳) نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور

(۴) براہ راست، بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔“

(مکتوب ۱۱ اگست ۱۸۹۹ء - مندرجہ اخبار الحکم - قادیان - جلد ۳ - نمبر ۲۹)

”ظاہر ہے کہ توریت کی تعلیم یہ تھی کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور انجیل کی یہ تعلیم تھی کہ شریر کا ہر گز مقابلہ نہ کرو۔ لیکن قرآن شریف نے ان دونوں تعلیموں کو ناقص ٹھہرایا۔“

(چشمہ معرفت - ص ۲۵۵، ۲۵۶)

”اگر وہی مسیح، رسول اللہ، صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرائیل نازل ہوا کرتا تھا، تو وہ شریعت محمدیہ کے قوانین دریافت کرنے کے لئے ہر گز کسی کی شاگردی اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ سنت اللہ کے موافق جبرائیل کی معرفت وحی الہی ان پر نازل ہوگی۔ اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے سے اور نئے لباس اور نئے پیراہیہ اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن خدائے تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے ہر گز روا نہیں رکھے گا۔۔۔ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔“

(ازالہ اوہام - ص ۵۸۶)

(۳) نبی کی وحی کتاب اللہ کہلاتی ہے،

جس کو نبی لازماً اپنی امت کو پڑھ کر سناتا ہے۔

” (پس) جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا، اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ

(۱) خدا کی ہستی کا اقرار کرے۔ اور نیز یہ بھی کہے کہ

(۲) خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی (یعنی وحی نبوت۔ ناقل) نازل ہوتی

ہے۔ اور نیز

(۳) خلق اللہ کو وہ کلام سنادے، جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے

اور

(۴) ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو۔ اور

(۵) اس کی کتاب (یعنی وحی۔ ناقل) کو کتاب اللہ جانتی ہو۔“

(اخبار الحکم۔ ۱۰ جون ۱۹۰۳ء۔ نیز مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم۔ نمبر چہارم۔ ص ۴۱)

(۶) ”یاد رکھنا چاہیے کہ جب کوئی نبی خدا کی طرف سے آتا ہے تو وہ دو ذمہ

داریاں لے کر آتا ہے۔ اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان کو امانت کے طور پر پہنچا دے :-

اول۔ کلام الہی،

دوم۔ کلام الہی کے مطابق عمل کر کے دکھانا۔

اور یہی دو باتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل ہیں۔ اور انہیں کو کتاب اور سنت کہتے

ہیں۔“ (ملفوظات احمدیہ ۲۳ و ۲۴ مارچ ۱۹۰۲ء)

”اور ہم ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو دنیا کے کل نبیوں کو ان کے رب

کی طرف سے دی گئی تھیں۔“ (چشمہ معرفت۔ حصہ دوم۔ ص ۵)

(۴) نبی صرف اپنی وحی (کتاب) کا پیرو ہوتا ہے

”تمام انبیاء۔۔۔ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوتی تھیں۔ اور براہ راست خدا

نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔۔۔ ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں۔ اور انکو ہدایت

تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور عمل کراویں۔ جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ

ہے۔“ (براہین احمدیہ، حصہ پنجم۔ ص ۱۹۲)

”پھر انجیل میں مسیحؑ نے کہا ہے کہ ”میری انجیل“۔ اب اس لفظ پر غور کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسودہ انجیل کا کوئی مسیحؑ نے بھی لکھا ہو۔ اور یہ تو نبی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ خدا کی وحی کو محفوظ کرے اور اسکی حفاظت کا کام دوسروں پر نہ ڈالے۔ کہ وہ جو چاہیں سو لکھ دیں۔“

(ملفوظات احمدیہ۔ جلد ۳۔ ص ۱۴۱)

نوٹ از خاکسار مرتب: نبی کی وحی ہی اس کی کتاب ہوتی ہے، جس کی تلاوت خود نبی کے لئے اور اس کے امتیوں کے لئے لازم ہوتی ہے۔ نبی کی وحی میں اترنے والے احکام شریعت کہلاتے ہیں جن پر عمل نبی اور امتی دونوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ نبی کی وحی عبادات میں بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس حضرت مرزا صاحب کے جیتے جی ان کے الہامات کو کتابی شکل بھی نہ مل پائی۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ ان کے الہامات کا ایک خاصہ حصہ انہوں نے پبلک کے سامنے نہیں لایا۔ جب سوال ہوا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تو فرمایا کی ولی اللہ ایک نبی اللہ کی طرح اس بات کا پابند نہیں کہ اپنی ساری وحی کو لوگوں تک پہنچائے۔ یہ ذمہ داری صرف حقیقی نبی کے حصے آئی ہے۔ کیونکہ نبی اپنی وحی پر خود عمل کرنے اور دوسروں سے عمل کرانے کے لئے مکلف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ولی کو اپنی وحی (الہام) کی تصدیق و عمل کے لئے اپنے نئی متبوع سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ اگر ولی کو اپنا کوئی الہام قرآن و سنت کے خلاف نظر آئے گا تو وہ اُسے بے کار اور ردی شے کی طرح چھینک دے گا۔ اسی طرح اگر ولی کو الہام کسی کام کے کرنے کا حکم ملے تب بھی وہ اس حکم پر اس وقت تک عمل نہیں کر سکتا جب تک شریعت غرہ اسے مباح قرار نہ دے۔ حضرت مولانا محمد علی لاہوری نے اپنے بیان القرآن میں ایک ایمان افروز واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک بار رمضان شریف کی آخری رات قادیان میں عید کا چاند نہ دیکھا گیا۔ سب نے روزہ رکھ لیا۔ صبح کے وقت حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ عید تو آج ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔ مریدوں نے عرض کی کہ جب اللہ نے آج عید کا دن ہونے کی خود گواہی دی ہے، اور ساتھ ہی آپ کو عید منانے کی اجازت بھی دی ہے،

تو کیوں نہ ہم روزہ افطار کر لیں اور عید منالیں۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ شریعت اسلامیہ میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ کسی مہم کے الہام کی گواہی پر روزہ افطار کر لیا جائے۔ چند گھنٹے بعد دوسرے مقامات سے عید مبارک کی تاریں آگئیں کیونکہ قادیان کے گرد نواح علاقوں میں چاند دیکھا گیا تھا۔ تب سب نے روزہ کھولا اور عید منائی۔ عمل بہر حال شریعت پر ہی ہوا۔ بد قسمتی سے اب دیوبندی علماء نے یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ احمدیوں کا قرآن (نعوذ باللہ) مرزا صاحب کے الہامات کا وہ مطبوعہ مجموعہ ہے جس کو انہوں نے ”تذکرہ“ کے نام سے چھاپا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ”تذکرہ“ میں حضرت مرزا صاحب کے اخبارات، تصنیفات، مکتوبات اور قلمی یادداشتوں میں بکھرے پڑے الہامات کو ہی نہیں بلکہ آپ کے کشف اور رویا کو بھی جمع کر دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں آج بھی ہزاروں احمدی ایسے ہیں کہ جنہوں کے ”تذکرہ“ کی شکل تک نہیں دیکھی۔ میں نے آج تک ایک بھی احمدی ایسا نہیں دیکھا جو قرآن مجید کی جگہ (نعوذ باللہ) ”تذکرہ“ کی تلاوت کرتا ہو یا اسے اپنی نمازوں میں پڑھتا ہو۔ ”تذکرہ“ پہلی بار ۱۹۳۵ء میں منظر شہود پر آئی۔ یعنی حضرت مرزا صاحب کی وفات کے ستائیس سال بعد شائع ہوئی۔ ان ستائیس سالوں میں قادیانی حضرات کون سا قرآن پڑھتے تھے؟ کیا ہمارے دیوبندی حضرات اس پر روشنی ڈالنے کی زحمت فرمائیں گے۔

(۵) نبی کے آجانے سے دین بدل جاتا ہے، قبلہ بدل جاتا ہے،

کلمہ بدل جاتا ہے، اور بعض احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

”ماسوا اس کے جو شخص ایک نبی متبوع علیہ السلام کا متبع ہے اور اسکے فرمودہ پر اور کتاب پر ایمان لاتا ہے۔ اس کی آزمائش انبیاء کی آزمائش کرنا ایک قسم کی ناسمجھی ہے۔ کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ

(۱) ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں۔ اور

(۲) ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کروادیں۔ اور

(۳) بعض احکام کو منسوخ کریں۔“

(اخبار الحکم - ۱۰ جون ۱۹۰۳)

”جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔۔۔ ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا۔ اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔“
(انجام آتھم۔ ص ۲۸ حاشیہ)

”لکھا ہے کہ دجال نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا۔۔۔ ایسا ہی انہوں نے کیا۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کیا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے وہ دخل دیئے، وہ قواعد مرتب کئے اور وہ تنبیخ و ترمیم کی جو ایک نبی کا کلام (نقل مطابق اصل - کام ہونا چاہیے۔ خورشید عالم) تھا۔ جس حکم کو چاہا قائم کر دیا اور اپنی طرف سے عقائد نامے اور عبادت کے طریقے گھڑ لئے۔ اور ایسی آزادی سے مداخلت بے جا کی کہ گویا ان باتوں کیلئے وحی الہی ان پر نازل ہو گئی۔ سوالی کتابوں میں اس قدر بیجا دخل دوسرے رنگ میں نبوت کا دعویٰ ہے۔“
(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم۔ نمبر چہارم۔ ص ۳۹ تا ۴۰)

(۶) نبی احکام و عقائد دین جبرئیل کے

ذریعہ حاصل کرتا ہے

”حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام اور عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے۔ کیا یہ مہر اُس وقت ٹوٹ جائے گی؟“ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۳۴)

”قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین توسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممنوع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔“ (ازالہ اوہام۔ ص ۷۶۱)

”جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کے ساتھ روشنی نہ ہو۔ اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق کے لئے آئے اور اس کے ساتھ وحی الہی اور جبرئیل نہ ہو۔“ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۷۸)

”رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔“

(ازلہ اوہام۔ ص ۶۱۴)

”ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ کیوں کہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر سے نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔“

(ازلہ اوہام۔ ص ۵۷۷)

”یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آجائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے؟“ (ایام الصلح۔ ص ۴۷)

(۷) نبی اپنی نبوت کے دعوے میں

کبھی دھوکا نہیں کھاتا

”اور بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر کسی الہام کے سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو امان اٹھ جاتا ہے اور شک پڑ جاتا ہے کہ شاید اُس نبی یا رسول یا محدث نے اپنی دعویٰ میں بھی دھوکا کھایا ہو۔ یہ خیال سراسر سفسطہ ہے اور جو لوگ نیم سودائی ہوتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔۔۔ کیوں کہ کوئی نبی نہیں جس نے کبھی نہ کبھی اپنے اجتہاد میں غلطی نہ کھائی ہو۔۔۔ مگر نبوت کے دعوے میں انہوں نے دھوکا نہیں کھایا کیونکہ وہ حقیقت نبوت قریب سے ان کو دکھائی گئی اور بار بار دکھائی گئی۔“

(اعجاز احمدی۔ ص ۲۶ و ۲۷۔ مطبوعہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء)

(۸) نبی دوہی باتیں لیکر آتا ہے :

کتاب اور سنت

”سچ ہے کہ آپ نے اپنی سنت کو بھی قرآن شریف کے ساتھ رکھا ہے۔ اور اصل بھی یہی ہے کہ نبی دوہی باتیں لے کر آتے ہیں :

(۱) کتاب اور

(۲) سنت

حدیث ان دونوں سے الگ شے ہے۔ اور یہ دونوں حدیث کی محتاج نہیں۔ ہاں یہ ہم مانتے ہیں کہ ادنیٰ درجہ کی حدیث پر بھی عمل کر لینا چاہئے۔ خواہ محدثین کے نزدیک موضوع ہی ہو۔ مگر قرآن اور سنت کے خلاف نہ ہو۔ ہم تو یہاں تک حدیث کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن قرآن پر حکم نہیں بنا سکتے۔ آپؐ نے نہیں فرمایا کہ میں حدیث چھوڑتا ہوں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ تم میں کتاب اللہ چھوڑتا ہوں۔“

(اخبار الحکم۔ ۲۱ فروری ۱۹۰۳)

”در حقیقت یہی ایک بھاری غلطی ہے جس نے اس زمانہ کے نیچریوں کو صداقتِ اسلام سے بہت دور ڈال دیا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا اسلام کی وہ تمام سنن اور رسوم اور عبادات اور سوانح اور تواریخ جن پر حدیثوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ وہ صرف چند حدیثوں کی بناء پر ہی قائم ہیں۔ حالانکہ یہ انکی فاش غلطی ہے۔ بلکہ جس تعامل کے سلسلہ کو ہمارے نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا تھا وہ ایسا کروڑہا انسانوں میں پھیل گیا تھا۔ کہ اگر محدثین کا دنیا میں نام و نشان بھی نہ ہوتا تب بھی اسکو کچھ نقصان نہ تھا۔۔۔ سوال تو یہ ہے کہ وہ کونسی حدیث ہے کہ جو ان کے لکھنے سے پہلے اس پر عمل نہ تھا اور دنیا اس مضمون سے غافل تھی۔۔۔ یہ بات ہر گز صحیح نہیں ہے کہ دنیا نے دین کے صد ہا ضروری مسائل یہاں تک کہ صوم و صلوة بھی صرف امام بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہ کی احادیث سے سیکھے ہیں۔ کیا سوڈیڑھ سو برس تک لوگ بے دین ہی چلے آتے تھے؟ کیا وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے؟ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے؟ حج نہیں کرتے تھے؟ اور ان تمام اسلامی عقائد کے امور سے جو حدیثوں میں لکھے ہیں بے خبر تھے؟ حاشا کلاہر گز نہیں۔“ (شہادتِ القرآن۔ ص ۶۷ تا ۷۰)

(۹) نبی کا ماننا جزو ایمان ہے۔

اسی لئے ہر نبی نے اپنا کلمہ پڑھوایا۔

”اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ

”صاحبِ نبوتِ تامہ ہر گز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جائے، نصوص قرآنیہ اور حدیثہ کے رو سے بلکہ ممنوع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورہ النساء: ۶۴)۔ یعنی

(۱) ہر رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

(۲) اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔“

(ازالہ اوہام۔ ص ۵۶۹)

”کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔“

(ازالہ اوہام۔ ص ۵۷۶)

”جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر ڈالے گا، وہ بہ بداہت سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔ کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو

(۱) بغیر اتباعِ آنحضرت ﷺ اور

(۲) بغیر اتباعِ قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو۔ اور پھر

(۳) آنحضرت ﷺ کی پیروی اور

(۴) قرآن شریف کی پیروی سے

اسکو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ کی نسبت کرنا کفر ہے۔ کیونکہ گو وہ اپنے درجہ میں آنحضرت ﷺ سے کیسے ہی کم ہوں، مگر نہیں کہہ سکتے کہ جب دوبارہ دنیا میں آکر آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل نہ ہوں، تب تک وہ نعوذ باللہ گمراہ اور بے دین ہیں یا وہ ناقص ہیں۔ اور انکی معرفت نامتام ہے۔“

(برابین احمدیہ حصہ پنجم۔ ص ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴-۱۹۰۸)

”وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں انکا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے۔ اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لے کر نازل ہوتا رہے گا۔۔۔۔۔ تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ

نہیں لگے گا؟“ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۸۳ و ۸۴)

”لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی، جس کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے۔ کسی طرح امتی نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ اس پر اُس وحی کا اتباع فرض ہو گا جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہو گی۔ جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے۔ اور جبکہ وہ اپنی ہی وحی کا تتبع ہوا۔ اور جو نئی کتاب اس پر نازل ہو گی اسی کی اس نے پیروی کی، تو پھر وہ امتی کیونکر کہلائے گا؟ اور اگر یہ کہو کہ جو احکام اس پر نازل ہوں گے۔ وہ احکام قرانیہ کے مخالف نہیں ہونگے، تو میں کہتا ہوں کہ محض اس توارذ کی وجہ سے وہ امتی نہیں ٹھہر سکتا، صاف ظاہر ہے کہ بہت سا حصہ تورات کا قرآن کریم سے بکلی مطابق ہے۔ تو کیا نعوذ باللہ اس توارذ کی وجہ سے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت موسیٰؑ کی امت میں شمار کئے جائیں گے؟ توارذ اور چیز ہے اور محکوم بن کر تابع دار ہو جانا اور چیز ہے۔ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع ہوتا ہے۔ اور صرف اپنی اُس وحی کا تتبع ہوتا ہے جو اُس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔“

(ازالہ اوہام۔ ۵۷۶)

”اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیحؑ ابن مریم نازل ہوئے اور جبرائیل لگے تار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم اور صلوة اور زکوٰۃ اور حج اور جمع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا ’کتاب اللہ‘ کہلائے گا۔“

(ازالہ اوہام۔ ص ۵۷۵)

(۱۱) نبی معصوم ہوتا ہے

”لہذا خدا تعالیٰ کی پاکی بھی انسان کے پاک بنانے کے لئے ہے۔ جس طرح دریا میں بار بار غسل کرنے سے کسی کے بدن پر میل نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور اسکے سچے فرمانبردار بنکر دریائے رحمت الہی میں داخل ہوتے ہیں۔ بلاشبہ وہ

بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک اور قوم بھی ہے جو مچھلیوں کی طرح اس دریا میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس دریا میں ہی ہمیشہ رہتی ہے۔ اور ایک دم بھی اس دریا کے بغیر جی نہیں سکتی۔ وہ وہی لوگ ہیں جو پیدائشی پاک ہیں۔ اور انکی فطرت میں عصمت ہے۔ انہیں کا نام نبی اور رسول اور پیغمبر ہے۔“ (ست پجن۔ ص ۸۶)

”لیکن افسوس کہ بطالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی اور انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔“

(کرامات الصادقین۔ ص ۵)

مثیل انبیاء کا ظہور

(۱۲) نبی اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ

وہ دنیا میں اپنے مثیل قائم کرے

”اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اس جگہ تمام مفسر قائل ہیں کہ صراط الذین انعمت علیہم کی ہدایت سے غرض تشبہ بالانبیاء ہے۔ جو اصل حقیقت اتباع ہے۔ اور صوفیوں کا مذہب ہے کہ جب تک انسان ایمان اور اعمال اور اخلاق میں انبیاء علیہم السلام سے ایسی مشابہت پیدا نہ کرے کہ خود وہی ہو جائے تب تک اُسکا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اور نہ مرد صالح ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ خدا نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ تادینا میں ان کے مثیل قائم کرے۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر نبوت لغو ٹھہرتی ہے۔ نبی اسلئے نہیں آتے کہ انکی پرستش کی جائے بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ لوگ ان کے نمونہ پر چلیں اور ان سے تشبہ حاصل کریں۔ اور ان میں فناء ہو کر گویا وہی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳: ۳۲)۔ ترجمہ۔ اے لوگو کہہ دو کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے اور تمہیں اپنا محبوب بنا لے۔ پس خدا جس سے محبت کرے گا کوئی نعمت ہے جو اس سے اٹھا رکھے گا۔ اور اتباع سے مراد بھی مرتبہ فناء ہے۔ جو مثیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ مسئلہ سب کا مانا ہوا ہے اور اس سے کوئی

انکار نہیں کرے گا مگر وہی جو جاہل سفیہ یا ملحد بے دین ہو گا۔“

(ایام الصلح - ص ۱۶۳)

”یہی معنی اس حدیث کے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل - یعنی میری امت کے علماء مثیل انبیاء ہیں۔ دیکھو آنحضرت ﷺ نے علماء کو مثیل انبیاء قرار دیا اور ایک حدیث میں ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ہمیشہ میری امت میں سے چالیس آدمی ابراہیمؑ کے قلب پر ہونگے۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے انکو مثیل ابراہیمؑ قرار دیا۔“ (ایضاً - ص ۱۶۳)

”قرآن شریف صاف یہی ہدایت فرماتا ہے۔ اور ہمیں سورہ فاتحہ ام الکتاب میں مثیل بن جانے کی امید دیتا ہے۔۔۔ ذرا سوچ کر بتلاویں کہ اگر اس آیت کریمہ کے یہ معنی نہیں ہیں جو میں نے بیان کئے ہیں تو اور کیا معنی ہیں؟ اور اگر یہ معنی صحیح نہیں تو پھر اللہ جل شانہ کیوں فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳:۳۲)۔ اب سوچنا چاہئے کہ جس وقت انسان ایک محبوب کی بیروی سے خود بھی محبوب بن گیا۔ تو کیا اُس محبوب کا مثیل ہی ہو گیا یا ابھی غیر مثیل رہا؟۔۔۔ آج تک جس قدر اکابر متصوفین گذرے ہیں ان میں سے ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں کہ اس دین متین میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ روحانی اور ربانی علماء کے لئے خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کے کلمات طیبہ مندرجہ ذیل جو تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فرید الدین عطار صاحب نے بھی لکھے ہیں۔ اور دوسری معتبر کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی بناء پر ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ میں ہی آدم ہوں، میں ہی شیت ہوں، میں ہی نوح ہوں، میں ہی ابراہیم ہوں، میں ہی موسیٰ ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں، میں ہی محمد ہوں ﷺ و علی اخوانہ اجمعین۔۔۔ انہی کلمات کی وجہ سے حضرت بایزید بسطامی ستر مرتبہ کافر ٹھہرا کر بسطام سے، جو اُنکے رہنے کی جگہ تھی، شہر بدر کئے گئے۔“

(ازالہ اوہام - ص ۲۵۶ تا ۲۵۹)

نکتہ معرفت

”اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل تابع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہو گا اس کا نام میرا ہی نام ہو گا۔ اور اس کا خلق میرا ہی خلق ہو گا۔ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں۔ صدہا ایسے لوگ گزرے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا۔۔۔۔ عیسائی قوم اس زمانہ میں چالیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے۔ اور بڑے زور سے اپنے دجالی خیالات کو پھیلا رہی ہے۔ اور صدہا پیرائیوں میں اپنے شیطانی منصوبوں کو دلوں میں جاگزیں کر رہی ہے۔ اور بعض واعظوں کے رنگ میں پھرتے ہیں۔ بعض گویے بنکر گیت گاتے ہیں۔ بعض شاعر بن کر تثلیث کے متعلق غزلیں سناتے ہیں۔ بعض جوگی بنکر اپنے خیالات شائع کرتے پھرتے ہیں۔ بعض نے یہی خدمت لی ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی محرف انجیل کا ترجمہ کر کے اور ایسا ہی دوسری کتابیں اسلام کے مقابل پر ہر زبان میں لکھ کر تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ بعض تھیٹر کے پیرا یہ میں اسلام کی بری تصویر لوگوں کے دلوں میں جماتے ہیں۔ اور ان کاموں میں کروڑ ہا روپیہ ان کا خرچ ہوتا ہے۔ اور بعض فوج بنا کر اور مکتی فوج اسکا نام رکھ کر ملک بملک پھرتے ہیں۔ اور ایسا ہی اور اور کارروائیوں نے بھی جو ان کے مرد بھی کرتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی۔ کروڑ ہا بندگان خدا کو نقصان پہنچایا ہے۔ اور بات انتہا تک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ اس زمانہ میں حضرت مسیح کی روحانیت جوش میں آتی اور اپنی شبیہ کے نزول کے لئے جو اس کی حقیقت سے متحد ہو تقاضا کرتی۔ سو اس عاجز کے صدق کی شناخت کے لئے یہ ایک بڑی علامت ہے۔ مگر ان کے لئے جو سمجھتے ہیں۔ اسلام کے صوفی جو قبروں سے فیض طلب کرنے کے عادی ہیں۔ اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ ایک فوت شدہ نبی یا ولی کی روحانیت کبھی ایک زندہ مرد خدا سے متحد ہو جاتی ہے۔ جس کو کہتے ہیں فلاں ولی موسیٰ کے قدم پر ہے۔ اور فلاں ابراہیم کے قدم پر یا محمدی المشرب اور ابراہیمی المشرب نام رکھتے ہیں۔ وہ ضرور اس دقیقہ معرفت کی

طرف توجہ کریں۔“ (الحکم ۱۰ جون-۱۹۰۳ء)

”اور چونکہ بحکم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ابن مریم کے نام پر کوئی آنا چاہئے تھا اور آنا بھی وہ چاہئے تھا جو درحقیقت امتی ہونہ کہ حقیقی طور پر نبی۔ لہذا یہ ضروری تھا کہ ابن مریم کی جگہ کوئی ایسا امتی ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ابن مریم کے رنگ میں ہے۔ سو خدا تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کا مثیل عین وقت پر بھیج کر اسی مثیل کی معرفت مسیح ابن مریم کا فی الواقعہ فوت ہونا ظاہر کر دیا۔“

(ازالہ اوہام-۳۸۶)

”مسیح موعود کا دعویٰ اگر اپنے ساتھ ایسے لوازم رکھتا جن سے شریعت کے احکام اور عقائد پر کچھ اثر پہنچتا۔ تو بے شک ایک ہولناک بات تھی۔ لیکن دیکھنا چاہیے کہ میں نے اس دعویٰ کے ساتھ کس اسلامی حقیقت کو منقلب کر دیا ہے۔ کون سے احکام اسلام میں سے ایک ذرہ بھی کم یا زیادہ کر دیا ہے۔ ہاں ایک پیشگوئی کے وہ معنی کئے گئے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر مجھ پر کھولے ہیں۔ اور قرآن کریم ان معنوں کے صحت کے لئے گواہ ہے۔ اور احادیث صحیحہ بھی ان کی شہادت دیتے ہیں۔ پھر نہ معلوم کہ اس قدر کیوں شور و غوغا ہے۔ ہاں طالب حق ایک سوال بھی کر سکتا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود کا دعویٰ تسلیم کرنے کے لئے کون سے قرائن موجود ہیں؟ کیوں کہ کسی مدعی کی صداقت ماننے کیلئے قرائن تو چاہئیں خصوصاً آج کل کے زمانہ میں جو مکر و فریب اور بددیانتی سے بھرا ہوا ہے۔ اور دعاوی باطلہ کا بازار گرم ہے۔ اس سوال کے جواب میں مجھے یہ کہنا کافی ہے کہ مندرجہ ذیل امور طالب حق کے لئے بطور علامت اور قرائن کے ہیں :

(۱) اول وہ پیشگوئی رسول اللہ ﷺ کے جو تواتر معنوی تک پہنچ گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر صدی کے سر پر وہ ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین کو پھر تازہ کر دے گا۔ اور اس کی کمزوریوں کو دور کر کے پھر اپنی اصلی طاقت اور قوت پر اسکو لے آوے گا (یہاں اشارہ ابوداؤد کی اس مشہور حدیث کی طرف ہے جو حدیث مجدد کے نام سے جانی جاتی ہے۔ خاکسار مرتب)۔ اس پیشگوئی کی روضہ تھا کہ کوئی شخص اس چودھویں صدی پر بھی خدائے تعالیٰ کی

طرف سے مبعوث ہوتا اور موجودہ خرابیوں کی اصلاح کے لئے پیش قدمی دکھاتا۔ سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا۔ اس لئے پہلے صدیوں اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہو گا۔ اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔ پس کیا اس عاجز کا دعویٰ اس وقت اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کی فرمودہ رسول اللہ ﷺ خطا جاوے؟ میں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر فرض کیا جاوے کہ چودھویں صدی کے سر پر مسیح موعود پیدا نہیں ہوا۔ تو آنحضرت ﷺ کی کئی پیشگوئیاں خطا جاتی ہیں۔ اور صدیوں گوار صاحب الہام جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔

(۲) اس بات کو بھی سوچنا چاہئے کہ جب علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ چودھویں صدی کا مجدد ہونے کے لئے بجز اس احقر کے اور کس نے دعویٰ کیا ہے؟ اور کس نے منجانب اللہ آنے کی خبر دی ہے۔ اور ملہم ہونے اور مامور ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں۔ اور کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے جس نے ایسا دعویٰ کیا ہو۔

اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدائے تعالیٰ کا مہکلام ہو۔ اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح، خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام اس کے حق میں جائز ہیں۔ مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں۔ اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے۔ پھر جس کو مکالمہ الہیہ کی فضیلت حاصل ہوگی۔ اور کسی خدمت دین کیلئے مامور من اللہ ہو گیا۔ تو اللہ جل شانہ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔ یہ نام رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔ اسلام میں موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، سلیمان، یعقوب وغیرہ بہت سے نام نبیوں کے نام پر لوگ رکھ لیتے ہیں۔ اس تباہی کی نیت سے کہ ان کے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں۔ پھر اگر خدائے تعالیٰ کسی کو اپنے مکالمہ کا شرف دے کر کسی موجودہ مصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھ دے۔ تو اس میں کیا استبعاد ہے؟ اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے۔ دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کیلئے جو بغیر تائید الہی دور نہیں ہو سکتی۔ عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور نکتہ چینیاں ہیں۔ جن کے دور کرنے کے لئے ضرورت تھا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی آئے۔“

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم۔ نمبر چہارم۔ ص ۳۲ تا ۳۵)

حضرت مرزا صاحب کا اصل مقام خود انکی اپنی زبانی

”قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے۔ جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں۔ اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے۔ بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین اور آسمان پیدا کیا۔ تب اسکا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھائے ہیں۔“ (چشمہ معرفت۔ ص ۶۰-۱۹۰۸ء)

”اے بھائیو! میں اللہ تعالیٰ جل شانہ سے الہام دیا گیا ہوں۔ اور علوم ولایت میں سے مجھے علم عطا ہوا ہے۔ میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا تاکہ اس امت کے دین کی تجدید کروں۔“

(ریویو آف ریلیجنز۔ باپت ماہ جنوری ۱۹۰۳ء۔ ص ۶۰)

”اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ لیکن میں اسکو بھی پسند نہیں کرت کہ اس سے عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔۔۔ اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں، یہی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا۔۔۔ غرض یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت

کادعوئی کرے۔۔۔۔۔ وہ لحد بے دین ہے اور۔۔۔۔۔ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔۔۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ۔۔۔ بعض اوقات خدائے تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اُس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان نبویؐ سے ”نبی اللہ“ نکلا، وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے، جو صوفیاء کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا؟“

(انجام آتھم۔ ص ۲۷ تا ۲۸ حاشیہ)

”ہاں اگر آنے والے عیسیٰ کی نسبت حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا اور امتی اس کا نام نہ رکھا جاتا تو دھو کا لگ سکتا تھا۔ مگر اب تو صحیح بخاری میں آنے والے عیسیٰ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ اما کم منکم۔ یعنی اے امتیو! آنے والا عیسیٰ بھی صرف ایک امتی ہے۔ اور نہ کچھ ایسا ہی صحیح مسلم میں بھی اس کی نسبت یہ لفظ ہیں امکم منکم۔ یعنی وہ عیسیٰ تمہارا امام ہو گا اور تم میں سے ہو گا۔ یعنی ایک فرد امت میں سے ہو گا۔ اب جبکہ ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ امتی ہے۔ سو کلام الہی میں اس کا نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں ہے۔ جو ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں۔ بلکہ اس جگہ صرف یہ مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے مکالمہ مخاطبہ کرے گا۔ اور غیب کی باتیں اس پر ظاہر کرے گا کہ اس لئے باوجود امتی ہونے کے وہ نبی بھی کہلائے گا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس امت پر قیامت تک دروازہ مکالمہ مخاطبہ اور وحی الہی کا بند ہے تو پھر اس صورت میں کوئی امتی نبی کیونکر کہلا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کے لئے ضروری ہے کہ خدا اس سے ہمکلام ہو۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس امت پر یہ دروازہ ہرگز بند نہیں ہے۔ اور اگر اس امت پر یہ دروازہ بند ہوتا تو یہ امت ایک مردہ امت ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ سے دُور اور مہجور ہوتی۔ اور اگر یہ دروازہ اس امت پر بند ہوتا تو کیوں قرآن میں یہ دُعا سکتائی جاتی اٰھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ ص ۱۸۳)

مشہور صوفی بزرگ اور عالم دین حضرت خواجہ حسن نظامی صاحبؒ کا بیان

”امت محمدیہ خیر الامم ہے۔ انبیاء سابقین کے صفات اس امت کے ایک فرد میں جمع ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ صوفیائے کرام کے مقامات باطنی میں مقام ابرہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ کا تذکرہ اس امر کی شہادت دے سکتا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب قادیانی میں نسبت عیسیٰ یا کرشن کا ظہور ہو گیا ہے تو کیا تعجب ہے؟ اور اس نسبت کے سبب ان کو کشف والہام ہونا بھی عجیب نہیں۔۔۔“

(اخبار وطن۔ مورخہ ۷ نومبر ۱۹۰۵ء)

بحوالہ اخبار ”الحکم“ قادیان مجریہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء ص ۹)

بانیان دارالعلوم دیوبند کے نامور مفسر قرآن

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم کا فتویٰ

کسی صاحب نے دسمبر ۱۹۰۷ء میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو ایک لمبا خط لکھا جس میں اور سوالوں کے علاوہ ایک خصوصی سوال بھی تھا۔ مولانا تھانوی سے سائل نے پوچھا تھا کہ مرزا قادیانی کے کفر کی قطعی وجہ کیا ہے؟ اس پر مولانا تھانوی نے جو فتویٰ جاری کیا وہ یہ ہے:-
”باقی خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہیں۔“

(فتاویٰ امدادیہ۔ جلد 4۔ ص 116)

مطلب ایک دم صاف ہے۔ حضرت تھانویؒ کے نزدیک حضرت

مرزا صاحب کا خود کو مجدد، مسیح موعود، مہدی معبود اور ظلّ نبیؐ کہنا کفر کی وجہ نہیں۔ قارئین کو بتاتے چلیں کہ مولانا تھانوی صاحب کا یہ فتویٰ 13 ذیقعدہ 1325ھ (16 دسمبر 1907) کا ہے۔ یعنی حضرت مرزا صاحب کی وفات سے صرف چھ ماہ قبل کا۔ اُس وقت متحدہ ہندوستان کے لگ بھگ سبھی کٹر قدامت پسند علماء حضرت مرزا صاحب کی شدید تکفیر و تفسیق پر متفق و متحد تھے۔ لیکن خدا کے اس نیک بندے نے کس آسانی سے اپنا دامن تکفیر المسلمین کی آلودگی سے بچا لیا۔ دور جدید کے نامور جید عالم دین اور مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کا بیان ہے کہ اُن کے مرشدِ کامل حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اختلاف رائے رکھنے کے باوجود کبھی ان کے خلاف زبان درازی سے کام نہیں لیا۔ اس بات کا ثبوت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ملفوظات میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ بطور نمونہ مندرجہ ذیل ملفوظ ملاحظہ فرمائیں :

”۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یومِ شنبہ

ملفوظ ۳۷۹ : حسین بن منصور حلاج پر غلبہ حال

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت غلام احمد قادیانی کو نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے ذرا بھی تو خیال نہیں ہوا کہ میری عاقبت خراب ہوگی۔ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ فرمایا کہ آپ تو نبوت کے دعوے پر اس قدر تعجب کر رہے ہیں۔ لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے ہیں۔ مگر حسین بن منصور

پر شبہ نہ کیا جائے کہ انہوں نے انا الحق میں خدائی کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ ان پر ایک حالت تھی ورنہ وہ عبدیت کے بھی معترف تھے۔ چنانچہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ جب تم خدا ہو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ جواب دیا کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن۔ میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے۔ یہ بھی رمز غامض ہے۔“

(ملفوظات حکیم الامت۔ جلد اول۔)

صفحہ ۲۸۴۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔ پاکستان)

اپنے مرشدِ کامل کے اس رمزِ غامض کو مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی جیسے مرید باصفا سے بڑھ کر اور کون سمجھ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سن ۱۹۵۲ء میں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے

أَنَا الْحَقُّ وَأَنَا النَّبِيُّ

عنوان کے تحت اپنے موقر جریدے ”صدق جدید“ میں ایک مبسوط اور عالمانہ مضمون شائع کیا۔ جس کے آغاز میں مشہور عالم دین شاہ نذیر احمد کاشمیری کی یہ تجویز نقل کی:-

”اگر قادیانی طبقہ اپنی پوزیشن کی اس طرح اصلاح کر لے کہ وہ اپنے شیخ کی تصدیق کو کسی صورت مدار ایمان نہ قرار دیں۔ تو علماء یہ کریں کہ ان کی تکفیر سے اسی طرح دستکش ہوں کہ جس طرح منصور ابن حلاج جیسے لوگوں کے دعویٰ ’انا الحق‘ کے باوجود علماء کی اکثریت ان کی تکفیر سے بچتی رہی۔ اگر محض غلبہٴ محبت کے امکان سے یہ ’انا الحق‘ کا دعویٰ قابل تاویل ہے۔ تو اگر کسی شخص نے کہیں ’انا النبی‘ کہہ دیا تو اسے بھی ایسے ہی کسی امکان کے پیش نظر نظر انداز کر دیا جائے۔“

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا دریا بادی نے لکھا :
 ”صوفی صاحب کا یہ وزن دار مشورہ بے شک تمام سنجیدہ اور صاحب فہم
 و بصیرت علماء کے لئے قابل غور ہے۔ اپنے کو قادیانی دعوؤں میں اب تک
 جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی رہی ہے۔ وہ یہی کہ وہ کسی عنوان سے بھی سہی،
 بہر حال یہ دعویٰ نبوت ایک امتی کی زبان سے نکلا کیوں کر۔ لیکن حال میں
 اتفاق سے اس کی ایک نظیر مولانا کے روم کے کلام میں مل گئی ہے اور وہ
 بھی ان کے غیر مستند کلیات میں نہیں۔ بلکہ مشہور و معروف اور مستند مثنوی ہی
 میں۔ مرید اور پیر کے فضائل و مراتب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

چو بادی دست خود در دست پیر
 پیر حکمت کو علیم ست و خمیر
 کو نبی وقت باشد اے مرید
 زانکہ زد نور نبی آید پدیر

(دفتر پنجم، عنوان بہ در بیان آنکہ ماسوای اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ما کول است)
 یہاں صاف ارشاد ہو رہا ہے کہ شیخ کامل نبی وقت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس
 کے انوار نور نبوت ہی کا پر تو ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء عارفین
 مثنوی کی شرح لکھتے چلے آئے ہیں۔ کسی نے اس طرز زبیاں پر نکیر نہ کی بلکہ
 خود رومی کے صاحبزادہ سلطان ولد سے یہ شرح بھی نقل ہوئی ہے۔
 ”مبالغہ ست در تشبیہ ولی بہ نبی در اثر اشاد۔ والا در ہیج وقت بعد از حضرت محمد
 نبوت محقق نیست۔“

ظاہر ہے کہ خلاف احتیاط اسے اب بھی کہا جائے گا۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ
 اس بے احتیاطی کی مثال سے اکابر کا کلام خالی نہیں۔“

مزید وضاحت

اس ”انا الحق اور انا النبی“ والے مضمون کو پڑھ کر پاکستان ضلع کیمیل پور سے

کسی خوشی محمد ایف پی اور آر پی اے نے ایک زوردار خط لکھا۔ یہ خط اور مولانا عبدالماجد دریابادی کا حواشی کے رنگ میں جواب، دونوں ہی دلچسپ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

”حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ہفتہ وار میں (مورخہ 8/ اگست 1952) ایک بزرگ صوفی شاہ نذیر

احمد صاحب کاشمیری کے ایک مضمون میں اس طرح کے الفاظ مندرجہ ہیں:-

”اگر محض غلبہٴ محبت کے امکان سے یہ انا الحق کا دعویٰ قابل تاویل ہے تو اگر کسی شخص نے کہیں انا النبی کہہ دیا تو اسے بھی ایسے ہی امکان کے پیش نظر نظر انداز کر دیا جائے۔“

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انا النبی کسی غلبہٴ محبت کی وجہ سے کہا ہے۔ مگر گزارش ہے کہ یہ سراسر مدعی سست اور گواہ چست والی بات ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب تو سینکڑوں مرتبہ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر چکے۔ (۱) اور اپنے منکروں کو کافروں جہنمی قرار دے دیا۔ (۲) کیا یہ محض غلبہٴ محبت کا امکان ہے؟ اور کیا یہ کہیں ”انا النبی“ کہنے کے مترادف ہے؟ یہ امر سخت افسوس کے قابل ہے کہ یقین کو محض ظن سے بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا صاحب پر تمام عمر غلبہٴ محبت ہی طاری رہا؟ (۳)۔ برعکس اس کے وہ تو اپنی نبوت تسلیم کرانے پر بضد رہے (۴) آپ نے جو سند مثنوی کی پیش کی ہے۔ وہ مرید کا عقیدہ اپنے پیر کے متعلق ہے۔ مگر یہاں تو مرزا صاحب اپنے مریدوں سے اپنا نبی ہونا خود منوا رہے ہیں۔ اور جو حوالہ شرح کا آپ نے پیش فرمایا وہ صاف ہے کہ ”دریچ وقت بعد از حضرت محمد نبوت محقق نیست“ (۵)

اعتراضات کے نمبر وار جواب

از قلم مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

(۱) انا الحق کہنے والے کا بھی تو دعویٰ یہی تھا۔ جیسا کہ روایتوں میں مشہور ہے۔ (صدق)

(۲) بے شک بعض تحریروں سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بعض تحریروں سے اس کی تردید ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اُن کے ماننے والوں ہی کا ایک فریق کر رہا ہے۔ (صدق)

(۳) اس کے امتناع پر کیا دلیل ہے؟ (صدق)

(۴) یہ بھی نتیجہ اس غلبہ حال کا ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ دعویٰ مستقل

نبوت کا نہیں بلکہ صرف مسیح موعود ہونے کا کیا ہو۔ (صدق)

(۵) اصل موضوع یہ مستحضر کر لیا جائے، نبی کی اصطلاح بہت ہی مستبعد اور موحش تھی۔ یہ استبدادِ رفع تو نہیں ہوا۔ لیکن اس میں فی الجملہ تخفیف ہو گئی۔ یہ دیکھ کر کہ اکابر میں بھی ایک بزرگ یہ اصطلاح لاکھے ہیں۔ اور دوسرے بزرگوں نے ان پر گرفت نہیں کی۔ بلکہ اس اصطلاح کی ایک تاویل کی۔ (صدق)“ (منقول از ’صدق جدید‘ 29/1 اگست 1952)

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم کا اقرار ہے: ”مرزا غلام احمد قادیانی۔۔۔ یہ جرأت نہ کر سکے کہ خاتم النبیین کے بعد عریاں طور پر بقاء نبوت کا دعویٰ کریں۔ (مطلب یہ کہ تسلسل نبوت کی جو دکان قادیانی حضرات نے کھول رکھی ہے اس کا حضرت مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ خاکسار مرتب) پھر دعویٰ بھی کیا تو ظلی اور بروزی وغیرہ کے چکر اور الفاظ کے ساتھ۔ صاف اور صریح الفاظ میں اس کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ جگہ جگہ یہ بھی کہہ گئے کہ نبوت منقطع ہو گئی ہے اور حضور خاتم النبیین ہیں۔“ (مقالات حکیم الامت۔ مرتب مولانا محمد اسلام قاسمی۔ ص ۲۰۸)

جب حضرت مرزا صاحب اپنی تحریرات میں جگہ جگہ اپنی بریت کا اعلان کر چکے ہیں تو پھر مخالفت اور تکفیر میں یہ شدت کیوں؟

رہی بات ”ظلی اور بروزی وغیرہ کے چکر“ کی تو یہ ایک غلط بیانی ہے۔ صدیوں سے اولیائے امت اسے ایک مسلمہ اسلامی اصطلاح کے طور استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کسی نے اس صوفیانہ اصطلاح کو دعویٰ نبوت کے مترادف نہیں سمجھا اور نہ اس پر تکبیر کی گئی۔ اور تو اور خود قاری صاحب بھی اس اصطلاح کو غیر نبی کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”مجددیت نبوت کا اصلی ظل ہے۔“ (علماء ہند کا شاندار ماضی۔ (جدید) ص ۳۰۸)

حضرت مرزا صاحب کا بنیادی دعویٰ بھی تو یہی ہے کہ وہ چودھویں صدی ہجری کے مامور مجدد ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا فتویٰ

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں کی نسبت حکم شرعی کیا ہے؟۔۔۔ جواب دیتے ہوئے یہ بات بھی پیش نظر رکھ لی جائے کہ ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کلمات تو ہیں ان کی کتب میں مرقوم ہیں۔ نیز ان میں سے قادیانی فرقہ مسلمانوں کو کافر سمجھتا ہے۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔ الحمد للہ وحدہ۔ جواب سے پہلے چند امور کا ذہن نشین ہو جانا ضروری ہے:

- (۱) ہر مدعی اسلام کی نسبت اصل، اثبات ہے کہ نفی
- (۲) سلف و اہل علم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ منول کا حکم، منکر کا نہیں ہے۔
- (۳) لزوم و التزام میں فرق ہے۔
- (۴) سلف کی اصلاح میں کفر کا اطلاق، مختلف مراتبِ ضلالت پر بھی ہوا، جیسا کہ امام بخاری نے باب باندھا ”کُفْر دُونَ کُفْر“ لیکن وہ کفر جو مُخْرَج عَنِ الْمِلَّةِ ہے، ان سے مختلف ہے۔

اب جواب سنئے۔ اگر آپ کا سوال یہ ہوتا کہ ختم نبوت کا انکار اور انبیاء کرام کی توہین کفر ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں ایک سے زیادہ حکم لگانے کی گنجائش نہیں۔ یعنی وہ قطعاً کفر ہے۔ لیکن آپ کا سوال یہ نہیں ہے۔ آپ ایک معین جماعت کی نسبت دریافت کرتے ہیں، جس کے عقائد مسطور و مشہور ہیں۔ اب یہ ضروری ہوا کہ تحقیق کیا جائے کہ واقعی وہ ختم نبوت کی منکر ہے یا نہیں؟

مجھے جہاں تک ان لوگوں کی کتابیں دیکھنے اور ان کی زبانی ان کے عقائد سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ گو ان کی تاویلات باطلہ سے ہمارے نزدیک قریب قریب انکار لازم آجاتا ہو، لیکن انہیں اس کے التزام سے قطعاً انکار ہے۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھی اس کا اقرار نہیں کرتے کہ انہیں آیہ ختم نبوت یا اس کے مسلم منطوق سے انکار ہے۔ البتہ وہ تاویلات کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ تمام تاویلات باطل ہیں اور بدع و ضلالت پر مبنی ہیں۔ تاہم جب کفر و اسلام کا سوال آئے گا تو ہم ان پر منکر کا حکم نہیں لگائیں گے۔ اور اس میں احتیاط کریں گے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اسے وہ اُس معنی میں تسلیم نہیں کرتے، جو ہمارے نزدیک لازم آجاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقصود اس سے رسول کی توہین نہیں ہے۔ جس کا قرآن مصدق ہے۔ بلکہ اُس یسوع کی نسبت بطور حجت الزامی کی عیسائیوں سے معارضہ مقصود ہے۔ جس کا حال ان کی بائبل میں مرقوم ہے۔ انکا یہ بیان اہل حق و علم کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ تاہم اس بیان کے بعد ہم ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا الزام نہیں لگا سکتے۔

باقی رہا عامہ اہل اسلام کی تکفیر تو بلاشبہ یہ اشد شدید ضلالت ہے۔ لیکن اس کی بنا پر بھی انہیں ملت سے خارج نہیں کر سکتے۔ وہ ذہلیست اولافاروہ کثرت فی الاسلام۔ خوارج بھی تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ مشہور و معلوم ہے۔ انہوں نے جمعہ کے دن خطبے میں فرمایا کہ گو تمہارے عقائد اس اس طرح کے ہیں۔ لیکن جب تک تم قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہو، میں تمہیں مسلمانوں سے خارج نہیں کروں گا (حکاکہ الذہبی فی التاریخ)۔۔۔

میرے نزدیک۔۔۔ کسی ایسے فرد یا جماعت کو جو شہادتین کا اقرار کرتی ہو، یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتی ہو۔ اس معنی میں کافر نہیں کہہ سکتا، جس سے مقصود ملت اسلامیہ سے خارج ہو جانا ہے۔

(ذکر آزاد۔ عبدالرزاق بلخ آبادی۔ ص 154-156۔ طبع اول)

سن ۱۹۳۶ء میں بھی مولانا موصوف نے جماعت احمدیہ کے کفر و اسلام کے حوالے سے ایک بیان چھپوایا تھا جس میں آپ نے یوں رقم فرمایا تھا:

”قادیانی گروہ اپنے غلو میں بہت دُور تک چلا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی عقائد متزلزل ہو گئے ہیں۔ مثلاً اسکا یہ اعتقاد کی اب ایمان و نجات کے لئے اسلام کے معلوم و مسلم عقائد کافی نہیں۔ مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن لاہوری گروہ کو اس غلو سے انکار ہے۔ وہ نہ تو مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار کرتا ہے نہ ایمان کی شرائط میں کسی نئی شرط کا اضافہ کرتا ہے۔“

(اخبار زمیندار لاہور۔ مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۶ء)

اس بیان میں ”غلو“ کا لفظ بڑا معنی خیز ہے۔ یعنی قادیانی جماعت کے حد سے تجاوز کردہ معتقدات سراسر غالبانہ ہیں۔ انکا انتساب بانی سلسلہ کی طرف ہر گز نہیں کیا جاسکتا۔